باب ششم

ہدایت کے سرچشمے مشاہیرِ اسلام

حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ

<table>
<tr><td colspan="2">

حاصلاتِ تعلّم:

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبہ، سیرت و کردار سے واقفیت حاصل کر سکیں اور عملی زندگی میں اُن کی سیرت کو اپنا سکیں۔
</td></tr>
<tr><td>

علم

- حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی جان سکیں۔
- آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و کردار سے آگاہ ہو سکیں۔
- آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صفات، علم، تفقہ، عبادت و ریاضت اور دینی و معاشرتی خدمات کے روشن پہلوؤں سے آگاہ ہو کر سبق سیکھ سکیں۔
</td><td>

صلاحیت

- حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و صفات سے واقفیت حاصل کر کے ان کو اپنی عملی زندگی میں لائیں۔
- حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت سے سبق حاصل کر کے اپنی عملی زندگی کا حصہ بنا سکیں۔
</td></tr>
</table>

حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف

حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۸۰ ہجری میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ گرامی کا نام جیدہ یا حوریہ سندھی تھا۔ وہ ایک نیک اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ زید شہید کے نام سے معروف ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور القاب حلیف القرآن، اسطوانۃ المسجد، الشہید، اور فقیہ اہلبیت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت صالح، متقی اور عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے صاحب علم و فضل اور ذی وجاہت شخص تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ان تمام علمی و روحانی اوصاف سے مزین تھے جو اہل بیت کا طرہ امتیاز ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی قرآن و حدیث اور فقاہت دین میں امامت کے مرتبہ پر فائز تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ہی قرآن حفظ کر لیا تھا اور عمر کا ایک بڑا حصہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس میں غور و فکر میں بسر کیا تھا اور اکثر قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ ایک مخصوص قراءت قرآنی کے بھی ماہرین میں سے تھے۔ اس وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حلیف القرآن بھی کہا جاتا تھا۔

علمی کمالات

آپ رحمۃ اللہ علیہ زہد و تقویٰ اور علم و معرفت کے ماحول میں پروان چڑھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پندرہ سال تک اپنے والد امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت رہے اور ۹۵ ہجری میں اپنے والد کی وفات کے بعد اپنے بھائی حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث کی روایت کی۔ حضرت امام زید رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مدینہ کے بزرگ علماء و اکابرین میں ہوتا ہے۔ مختلف علوم و فنون دینیہ کے ماہر تھے۔ آپ کو قراءت، علوم قرآنیہ، عقائد و نظریات اور علم کلام پر مکمل دسترس حاصل تھی۔

حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے بہت ذہین اور لائق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی کے زیر سایہ علم و معرفت کی منازل طے کیں۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ تشریف لائے تو فقہائے کوفہ جیسے عبد الرحمٰن بن ابی لیلی، ابو حنیفہ، وسفیان ثوری، سلیمان الاعمش رحمہم اللہ علیہم کے ساتھ علمی مذاکرات میں شریک رہے تھے اور ان سب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کیا۔ امام جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم وہ اللہ کی کتاب کا علم رکھنے والے،

اس کے دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور سب سے زیادہ رشتہ داری کا حقوق رکھنے والے تھے۔ انھوں نے دنیا و آخرت کی رہنمائی کے لیے ہمارے درمیان اپنے جیسا کوئی (صاحب علم و کمال) نہیں چھوڑا۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں امام زید رحمہ اللہ سے افضل، زیادہ صاحب علم، زیادہ بہادر، اور زیادہ نیک انسان کسی خاتون نے جنم نہیں دیا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا شمار آپ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے زید بن علی ابن الحسین رحمہ اللہ سے زیادہ فقیہ، عالم اور فصیح و بلیغ کسی کو نہیں پایا۔

صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں آپ سے کثیر روایات مروی ہیں۔ آپ رحمہ اللہ سے حدیث کی ایک کتاب "مسند امام زید رحمہ اللہ" بھی مروی ہے جسے "المجموع" بھی کہا جاتا ہے۔

سیرت و کردار

حضرت امام زید رحمہ اللہ بہت خوبصورت اور پر وقار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رحمہ اللہ روحانی کمالات و معنوی جمالات کے ساتھ ساتھ شجاعت حیدر کرّار رضی اللہ عنہ کے بھی وارث تھے۔ آپ رحمہ اللہ لوگوں کو کتاب و سنت کی پیروی اور ظالموں سے جہاد اور محروم افراد کی حمایت اور ضرورت مندوں کی دستگیری کی دعوت دیتے تھے۔ علم، اخلاق اور عبادت آپ رحمہ اللہ کی شخصیت کا خاصہ تھا۔ آپ رحمہ اللہ نہ صرف یہ کہ زہد، تقویٰ اور سخاوت میں مشہور تھے بلکہ بہادری اور شجاعت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ احکام الٰہی اور شرعی مسائل پر عبور تھا۔ آپ رحمہ اللہ خوف خدا سے اس قدر متاثر ہوتے کہ آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے۔ بارگاہ خدا میں جب دعا و مناجات کرتے تو اس میں غرق ہو جاتے تھے۔ یحییٰ بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے عبادت گزار تھے کہ رات رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور دنوں میں روزے رکھتے تھے۔

اقامتِ دین

آپ رحمہ اللہ نے 122 ہجری میں کوفہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے خروج کیا۔ ہشام بن عبد الملک کی حکومت کے زمانے میں ملک افتراق و انتشار کا شکار تھا۔ حکومت کے مظالم زوروں پر تھے۔ چناں چہ حضرت زید بن علی رحمہ اللہ نے حکومت وقت کے خلاف حق و صداقت کا علم بلند کیا اور لوگ جوق در جوق آپ رحمہ اللہ کی بیعت کرنے لگے۔ اہل کوفہ میں سے تقریباً چالیس ہزار نے آپ رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو خط لکھا اور انھیں بھی ظلم کے خلاف جہاد کرنے کی دعوت دی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت زید رحمہ اللہ کے لیے مالی مدد روانہ کی اور اپنی استطاعت کے مطابق ان کی معاونت کی۔ والیٔ کوفہ جب مقابلہ کے لیے آیا تو آپ رحمہ اللہ کے حامیوں کی بڑی تعداد کو مسجد میں محصور کر لیا گیا۔ تاہم آپ رحمہ اللہ کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی اور نہایت ثابت قدمی سے میدان جنگ میں ڈٹے رہے یہاں تک کہ ایک تیر آپ رحمہ اللہ کی پیشانی میں لگا اور آپ رحمہ اللہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ رحمہ اللہ کی شہادت 3 صفر 122 ہجری میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ کا مزار کوفہ سے 30 کلو میٹر کے فاصلے پہ "الکفل" نامی شہر میں ہے۔

حضرت زید الشہید رحمہ اللہ نے علمی، روحانی و فکری خدمات کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف و نہی المنکر کے قرآنی حکم و اسوہ نبوی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ظلم و جور کی قوتوں سے مقابلہ کیا اور میدان کارزار میں جام شہادت نوش فرما کر اپنے دادا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح زندہ جاوید بن گئے۔ آپ رحمہ اللہ کی شہادت کا اہل خراسان پر بہت اثر پڑا آخر کار انھوں نے 132 ہجری میں حکومت وقت کا تختہ الٹ دیا۔ جس کے بعد عباسیوں کی حکومت قائم ہوئی۔

حضرت زید الشہید رحمہ اللہ کے جہاد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور ظلم کے خلاف جدوجہد اور کمزوروں کے خلاف دفاع تھا۔ آپ رحمہ اللہ کا علم، عبادت

اخلاق اور جدوجہد ہمارے لیے ایک روشن مثال ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی علم اور اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کریں۔ اور صبر واستقامت کے ساتھ حق کی خاطر ڈٹ جائیں، معاشرے کی اصلاح اور برائی کے خلاف جدوجہد کو اپنا نصب العین بنائیں۔ اپنی جان، مال اور وقت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی راہ میں صرف کریں اور دین کی خدمت واشاعت کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہوئی:

الف۔ 120 ہجری ب۔ 121 ہجری ج۔ 122 ہجری د۔ 123 ہجری

۲۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار نامی شہر میں ہے:

الف۔ کوفہ ب۔ بصرہ ج۔ الکفل د۔ نجف

۳۔ حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ حکومتِ وقت کس وجہ سے شکست نہ دے سکے؟

الف۔ اسلحہ کی کمی ب۔ لشکر کی کمی ج۔ حامیوں کی محصوری د۔ نظم وضبط کا فقدان

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہاں دفن ہوئے؟

۲۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق عبادت کے بارے میں لکھیں۔

۳۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام لکھیں۔

۴۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے کن فقہا نے استفادہ فرمایا؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و روحانی کمالات بیان کریں۔

۲۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی اقامت دین کی کوششوں کے بارے میں لکھیں۔

۳۔ حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے ہم کیا عملی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنائیں جس میں ان کا اسم گرامی، ولدیت، پیدائش، القابات، عمر، مروی احادیث کی تعداد اولاد، وفات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔

برائے اساتذہ کرام

- حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی اور جہادی خدمات پر مذاکرہ کروائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ اور سیرت و کردار سے واقفیت حاصل کر سکیں اور عملی زندگی میں ان کے کردار کو اپنا سکیں۔

علم

- حضرت عمرو بن العاص، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے حالات زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔
- تربیتِ نبوی ﷺ کے نتیجے میں اُن کے امتیازی پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- حضرت عمرو بن العاص، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے اخلاق و صفات سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سفارت کاری کی صفت سے آگاہ ہو سکیں۔
- قرآن مجید اور حدیثِ نبوی کے حوالے سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی دینی و جہادی خدمات کا جائزہ لے سکیں۔
- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی علمیت اور جہاد فی سبیل اللہ سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرگان کی کفالت کے واقعے کو جان سکیں۔
- حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی روایت حدیث کے واقعات کا جائزہ لے سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی خدمت کے صلہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ملنے والی دعا کے متعلق جان سکیں۔

صلاحیت

- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں سے سبق حاصل کر سکیں۔
- حضرت عمرو بن العاص، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی اعلاء کلمۃ اللہ اور دینی خدمات کے لیے جدوجہد سے آگاہ ہو کر دین کی خدمت کرنے والے بن سکیں۔
- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علم، تفقہ اور اخلاق سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو اُن کے مطابق ڈھال سکیں۔
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے کردار بالخصوص بچپن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے متعلق جان کر سبق حاصل کر سکیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

تعارف

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر اور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام عمرو، ابو عبداللہ اور ابو محمد کنیت تھی، والد کا نام عاص اور والدہ کا نام نابغہ، تھا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خاندان "بنو سہم" زمانہ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا، قریش کے سیاسی نظام میں مقدمات کا عہدہ اسی خاندان میں تھا۔

قبولِ اسلام

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے بعد اسلام سے متاثر ہوئے۔ اسلام کی تعلیمات پر غور و فکر سے اسلام کی حقیقت ان پر ظاہر ہونے لگی۔ اس دوران میں شاہ حبشہ نجاشی کے پاس گئے تو انھوں نے پیغمبر ﷺ پر ایمان لانے کی ترغیب دی اور کہا کہ عمرو! میرا کہنا مانو اور ان کی پیروی کر لو،

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی اور رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک حق پرست پر اسلام لانے کے لیے روانہ ہوگیا۔ راستہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مکہ مکرّمہ سے آتے ہوئے ملے، وہ بھی اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ منورہ جارہے تھے، چناں چہ ہم دونوں ایک ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، پھر میں نے قریب ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں بیعت کروں گا، لیکن اس شرط پر کہ میرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہوجائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "عمرو بیعت کرلو اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے"۔ چناں چہ اس پر میں نے بیعت کرلی۔ قبول اسلام کے بعد مکہ مکرمہ لوٹ گئے اور جلد ہی ہجرت کرکے مدینہ منورہ واپس چلے آئے۔

دینی وجہادی خدمات

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے صحیفۂ حیات میں جہاد فی سبیل اللہ کا عنوان بہت نمایاں ہے۔ مدینہ میں ذرا بھی کوئی خطرہ پیدا ہوتا، فوراً اُن کی تلوار میان سے نکل آتی تھی۔ قبول اسلام کے بعد کفروشرک کی مخالفت میں شدومد سے کمربستہ ہوگئے۔ حضور اکرم ﷺ نے عمرو بن العاص ؓ کو ذات السلاسل قبیلہ بلی اور عذرہ کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا تھا، تاکہ وہ ان کو اسلام کی طرف راغب کریں۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے بنوہذیل کے بت سواع کو گرانے کے لیے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو متعین کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر اس بت کو مسمار کردیا۔ اس طرح عمان کے حاکموں عبید وجیفر کے پاس نبی کریم ﷺ کے دعوتی خطوط لے جانے کی خدمت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی، جس پر وہ دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہاں کا عامل مقرّر کردیا، وہ وفات نبوی تک یہیں مقیم رہے۔

عہد صدیقی میں انھوں نے دمشق، فلسطین، شام وغیرہ کے علاقے فتح کیے اور مصر کی طرف پیش قدمی کی اور مصرو اسکندریہ پر پورا تسلط حاصل کیا۔

اخلاق وعادات

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ایمانی قوت کی شہادت خود پیغمبر ﷺ سے اس طرح مروی ہے: عاص کے دونوں بیٹے ہشام اور عمرو مومن ہیں۔ (مسند احمد حدیث 7699)۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قریش کے صالح افراد میں ہیں (سنن ترمذی: 3780)۔ آپ رضی اللہ عنہ اللہ کی راہ میں بہت فراخدلی کے ساتھ صدقہ دیتے تھے۔ اس کی تعریف خود نبی کریم ﷺ نے فرمائی اور ان کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا فرمائی- آپ رضی اللہ عنہ طبعاً حق پرست تھے اور حق بات بے دھڑک کہہ دیتے تھے-

علم واجتہاد

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قرآن سے خاص ذوق تھا، اور قرآن بہت صاف اور واضح پڑھتے تھے۔ تمام مسائل میں علی الترتیب قرآن وحدیث سے رہنمائی لیتے تھے، اس کے بعد اجتہاد سے کام لیتے، جنگی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ تعلیم و تلقین کا فرض بھی انجام دیتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد 39 ہے، حدیث کے اس سرمایہ کو تنہا اپنی ذات تک محدود نہ رکھا، بلکہ دوسرے مسلمانوں تک پہنچایا، آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بھی کافی ہے، سریہ ذات السلاسل میں کامیابی کے بعد وہیں مقیم ہوکر نومسلموں کو تعلیم دیتے رہے۔ فصاحت، بلاغت اور ادب وانشامیں ذوق سلیم پایا تھا، اپنے عہد کے بہترین انشاپردازوں میں تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی فصاحت وبلاغت کی بہت سے مثالیں مذکور ہیں۔

تدبیر وسیاست

عقل ودانش اور تدبیر سیاست کے لحاظ سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا شمار ان مخصوص اشخاص میں ہوتا تھا جو سارے عرب میں مدبّر مانے جاتے تھے، ان کی اصابت رائے کی خود آنحضرت ﷺ نے تعریف فرمائی اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی تدبیر وشجاعت کی بنا پر اکثر بڑی مہمیں ان کے سپرد فرماتے تھے۔

وفات

عمرو بن العاص ؓ یکم شوال 43ھ بمطابق 663ء میں مصر ہی میں گورنر کے عہدے پر رہتے ہوئے بیمار ہوئے، اور لا الہ الا اللہ کہتے کہتے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی، اسی برس عمر پائی۔ نماز عید الفطر کے بعد آپ کے صاحبزادہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقطم میں سپرد خاک کیے گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

تعارف

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کنیت ابو عبداللہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام نسیبہ تھا۔ حضرت جابر ؓ کے والد ہجرت رسول ﷺ سے پہلے مسلمان ہوئے اور دوسری بیعت عقبہ میں رسول خدا ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے جنھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کے قبیلوں کے نمائندوں کے طور پر مقرر کیا تھا۔

حالات زندگی

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہجرت سے پندرہ سال پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے۔ اس بیعت میں ان کی عمر 18 یا 19 سال کی تھی۔ غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ان پر کافی قرض تھا۔ کل دو باغ تھے لیکن ان کی پیداوار قرض کی ادائی کے لیے کافی نہ تھی۔ نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور صورت حال عرض کی۔ آپ ﷺ خود تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر کے پاس بیٹھ کر دعا کرتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے قرض داروں میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ اللہ تعالی کی قدرت سے قرض کی ادائی کے بعد بھی بچ گیا اور حضور ﷺ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

غزوات

غزوہ احد کے بعد غزوہ حمراء الاسد پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق احد کے شرکاء کے سوا کسی کو بھی حمراء الاسد میں شرکت کی اجازت نہ تھی تاہم غزوہ احد میں شریک نہ ہونے کے باوجود حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد باقی غزوات میں آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت گرم جوشی سے شرکت کی۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان کو 19 غزوات میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ بیعت رضوان میں بھی شریک تھے۔ اس کے بعد غزوہ حنین، تبوک اور حجۃ الوداع میں بھی شامل تھے۔

صفات واخلاق

سنہ 3ھ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سُہیمہ بنت مسعود نامی بیوہ خاتون سے شادی کی تاکہ والد کی شہادت کے بعد اپنی 9 بہنوں کی بہتر سرپرستی کر سکیں۔ اپنی بہنوں کی کفالت فرماتے رہے۔ نبی کریم ﷺ اس وجہ سے ان پر بہت شفقت فرماتے اور ان سے حسن سلوک کرتے۔

ایک مرتبہ ان کے حق میں پچیس مرتبہ مغفرت کی دعا فرمائی۔ مذہبی جوش اور حرارت بھی نہایت نمایاں تھی۔ ایک میل سفر کر کے پنج وقتہ نماز پڑھنے آتے تھے۔ متعدد حج کیے تھے۔ سنّت کی پیروی کا بہت اہتمام کرتے تھے۔

علمی مقام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابہ کے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بکثرت حدیثیں نقل کی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فقہی احکام میں صاحب رائے تھے اور فتویٰ دیا کرتے تھے۔ انھیں صاحب فتوی مجتہد اور فقیہ صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔ تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ ایک ایک حدیث سننے کے لیے مہینوں کی مسافت کا سفر کرتے تھے۔ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حدیث تھی، وہ شام میں رہتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا، تو ایک اونٹ خریدا اور ان کے پاس جاکر کہا کہ وہ حدیث بیان کیجیے میں نے اس لیے عجلت کی کہ شاید میرا خاتمہ ہو جاتا اور حدیث سننے سے رہ جاتی۔ اسی طریقہ سے امیر مصر حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کے لیے مصر کا سفر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ دینی معارف و تعلیمات حاصل کرنے کے اس قدر طالب و مشتاق تھے کہ آخر عمر میں مکہ مکرمہ میں مقیم ہوئے تاکہ وہاں رہ کر بعض حدیثیں سن لیں۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد مسند درس پر جلوہ فرما ہوئے۔ حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم تھا۔ شائقین دور دراز مقامات سے آتے تھے۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، کوفہ، بصرہ، مصر اور دمشق میں ان کا دریائے فیض رواں رہا۔ تفسیر و حدیث و فقہ کمالات کے مظہر تھے۔ حدیث ان کی تمام کوششوں کا محور ہے، اشاعت حدیث ان کی زندگی کا اہم مقصد رہا۔ کثرت حدیث کے باوجود بیان حدیث میں نہایت احتیاط و حزم سے کام لیتے تھے۔ تلامذہ حدیث اتنے زیادہ ہیں کہ تابعین کا ہر طبقہ ان کے فیض کا خوشہ چین ہے، فقہ بھی ان کی علمی موشگافیوں کا مظہر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے 1500 سے زائد احادیث روایت کی گئی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیفۂ جابر تدوین حدیث کی قدیم ترین صورت ہے۔

وفات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ عمر کے آخری حصے میں ایک سال تک مکہ میں بیت اللہ کی مجاورت میں مقیم رہے۔ انھوں نے چورانوے سال کی عمر میں 78ھ بمطابق 697ء میں وفات پائی اور والی مدینہ ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

تعارف

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی اور خادم خاص تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حمزہ، لقب خادم رسول اللہ ﷺ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ نجار سے ہیں، جو انصار مدینہ کا معزز ترین خاندان تھا، آپ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا نام مالک بن نضر اور والدہ ماجدہ کا نام اُم سلیم سہلہ بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی ﷺ سے دس سال پیشتر مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ان کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا گیا تھا لیکن کنیت آنحضرت ﷺ نے تجویز فرمائی۔

خدمت نبوی

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انس رضی اللہ عنہ کو اپنی غلامی میں لے لیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے منظور فرمالیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات تک اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ وہ کم و بیش دس برس نبی کریم ﷺ کی خدمت کرتے رہے اور ہمیشہ اس شرف پر ان کو ناز رہا۔ آنحضرت ﷺ کے احکام کی تعمیل کے لیے ہر وقت حاضر رہتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کے تمام کام نہایت مستعدی اور تن دہی سے بجالاتے اور اپنی فرماں برداری سے حضور ﷺ کو خوش رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس نبی کریم ﷺ کی خدمت کی لیکن اس مدت میں آپ ﷺ کبھی خفا نہ ہوئے اور نہ کبھی کسی کام کی نسبت یہ فرمایا کہ کیوں نہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو ان سے خاص محبت تھی۔ ان کے لیے خصوصی دعا کرتے۔ کبھی ان کو "اے میرے بیٹے" یا "انیس" کہہ کر مخاطب فرماتے تھے، کبھی کبھی از راہ شفقت مزاح بھی فرماتے۔

غزوات

بارگاہ اقدس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو وہ قرب حاصل تھا کہ سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں نبی کریم ﷺ کے شریک صحبت رہتے تھے، یہی جوش محبت تھا جس نے میدان جنگ میں بھی آقا سے علیحدہ نہ ہونے دیا، غزوہ بدر میں ان کی عمر 12 برس تھی لیکن مجاہدین اسلام کے پہلو بہ پہلو میدان جنگ میں موجود تھے۔ ابتدائی غزوات میں کم عمری کی وجہ سے نبرد آزمائی کے قابل نہ تھے لیکن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں خدمت گذاری کا فرض بجا رہے تھے۔ غزوہ خیبر، حنین اور حجۃالوداع وغیرہ ان سب واقعات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے شرکت کی اور سعادت دنیوی اور اُخروی سے بہرہ اندوز ہوئے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، تو انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین میں صدقات کا عامل بنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ کو تعلیم فقہ کے لیے ایک جماعت کے ساتھ بصرہ روانہ کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کی اور زندگی کا بقیہ حصہ یہیں بسر کیا۔ ان مشاغل کے علاوہ اس عہد کی جنگوں میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خاص طور سے حصہ لیا ہے۔

صفات واخلاق

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مزاج میں نفاست اور پاکیزگی تھی۔ کھانے اور پہننے میں باذوق تھے۔ خوشبو کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔ ایک باغ نہایت اہتمام سے لگایا تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ طبیعت فیاض اور سیر چشم واقع ہوئی تھی، ہر عمل میں سنت کا اہتمام فرماتے۔ آپ کی طبیعت میں انکسار و تواضع تھی۔ لوگوں سے نہایت بے تکلفانہ ملتے تھے، شاگردوں سے بھی چنداں تکلف نہ تھا۔ تحمل اور بردباری بھی ان میں انتہا درجہ کی تھی، وہ جس رتبہ کے شخص تھے، اسلام میں ان کا جو اعزاز تھا، حامل نبوت ﷺ کی بارگاہ میں ان کو جو تقرب حاصل تھا۔ ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ ہر شخص ان کو محبت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ شجاعت وبسالت کا کافی حصہ پایا تھا، وہ بہت بڑے شہسوار تھے۔ تیر اندازی میں ان کو خاص ملکہ تھا اور گھوڑ دوڑ میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

حُبِ رسول، اتباعِ سنّت، امر بالمعروف، حق گوئی، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاص اوصاف تھے، رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک اکثر محبوب دو عالم ﷺ کا ذکر کرتے تھے اور فرط محبت سے بے قرار ہو جاتے تھے۔ ایک دن آنحضرت ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کر رہے تھے، تو فرمانے لگے کہ قیامت میں رسول اللہ ﷺ کا سامنا ہوگا تو عرض کروں گا کہ حضور ﷺ کا ادنیٰ غلام انس رضی اللہ عنہ حاضر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہر مجلس آنحضرت ﷺ کے ذکر خیر سے لبریز ہوتی تھی۔ اظہار حق گوئی اور حق پسندی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نمایاں اوصاف ہیں، وہ ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواکیے بغیر حق کا اظہار کرتے تھے، اور مجمع عام میں امراء کو تنبیہ کرتے تھے۔ کسی موقع پر بھی تعلیم دین اور تبلیغ سنت سے غافل نہ رہتے تھے۔

علمی مقام

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تمام عمر اہتمام سے نشر حدیث کی خدمت ادا کی۔ احادیث کے بیان کرنے میں نہایت احتیاط کرتے تھے۔ آپ کے حلقۂ درس میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ اور شام کے طلبہ شامل تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کثیر الحدیث صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے بعض بزرگ علم حدیث کے امام ہو کر نکلے اور آسمان حدیث کے مہر و ماہ ثابت ہوئے۔ علم حدیث کی طرح علم فقہ میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کمال حاصل تھا، فقہائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا شمار دوسرے طبقہ میں ہے۔

اہل و اولاد

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے کثرت اولاد کی یوں دعا فرمائی اے اللہ اس کے مال اور اولاد میں کثرت فرما اور اسے جنت میں داخل فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دو باتیں پوری ہوئیں، اور تیسری کا منتظر ہوں۔ مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص ان کے برابر متمول نہ تھا، اولاد کی اتنی کثرت تھی کہ وفات کے وقت بیٹوں اور پوتوں کا شمار 100 سے اوپر تھا۔

وفات

93ھ بمطابق 711ء میں پیمانہ عمر لبریز ہو گیا، جب وفات کا وقت قریب ہوا تو اپنے شاگرد خاص ثابت بنانی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ میری زبان کے نیچے آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک رکھ دو، ثابت رحمہ اللہ نے تعمیل حکم کی اسی حالت میں روح مطہر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات بصرہ میں ہوئی اور اس وقت عمر مبارک 103 سال تھی۔ قطن بن مدرک کلابی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے گھر کے قریب موضع طف میں دفن کیے گئے۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت ہمارے لیے اسوہ ہے۔ ان کی پیروی میں ہمارے لیے دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے یہ حضرات ایمانی صفات سے مزین تھے۔ علم، زہد و تقویٰ، ذوق عبادت، اطاعت دین اور دعوت و تبلیغ جیسی صفات ان کی حیات کے ہر پہلو سے نمایاں تھیں۔ ان کی زندگیاں قرآن و سنت کی عملی تصویر تھیں۔ ان کی زندگیوں سے ہمیں نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور دین کی خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے کا سبق ملتا ہے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زندگی کے ہر میدان میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر نہ صرف خود عمل کیا بلکہ دوسروں تک انھیں پہنچانے کی بھرپور سعی کی۔ ہمیں ان کی زندگی سے دین کی خدمت اور احیا کے لیے مسلسل کوشش اور آپ ﷺ کی ذات اقدس سے محبت و الفت کا عملی سبق سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر کتنی تھی:

الف-100 سال　　ب-101 سال　　ج-102 سال　　د-103 سال

۲۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا لقب ہے:

الف- فاتح شام　　ب- فاتح عراق　　ج- فاتح مصر　　د- فاتح جزیرۃ

۳۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کس بت کو ڈھایا تھا:

الف- سواع　　ب- یغوث　　ج- یعوق　　د- نسر

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مزار واقع ہے:

الف- کوفہ　　ب- بصرہ　　ج- طف　　د- فسطاط

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کس سن ہجری میں وفات پائی:

الف- 76 ہجری　　ب- 77 ہجری　　ج- 78 ہجری　　د- 79 ہجری

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ لکھیں۔

۲۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دو احادیث لکھیں۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے بارے میں لکھیں۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تحریر کریں۔

۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی اپنی ہمشیرگان کی کفالت کا تذکرہ کریں۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور فتوحات کے بارے میں لکھیں۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے طلب علم اور روایت حدیث کے بارے میں لکھیں۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صفات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- مذکورہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات طیبہ پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنائیں جس میں ان کا اسم گرامی، ولدیت، پیدائش، القابات، عمر، مروی احادیث کی تعداد اور اولاد، وفات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔

برائے اساتذہ کرام

- مذکورہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی اور سیرت و کردار پر ذہنی آزمائش کا مقابلہ منعقد کروایا جائے۔ طلبہ کو مذکورہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات کی روشنی میں تدوین حدیث کے بارے میں بتائیں۔

صحابیاتِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہن

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا، حضرت اَسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو کر عملی زندگی میں اُن کے اسوہ کو اپنا سکیں۔

علم

- مذکورہ صحابیات کے حالاتِ زندگی اور مقام و مرتبہ سے واقف ہو سکیں۔
- مذکورہ صحابیات رضی اللہ عنہن کی سیرت و معاشرتی کردار سے واقف ہو سکیں۔
- ان صحابیات کی دینی خدمات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- مذکورہ صحابیات کے معاشرتی کردار کے بارے میں جان کر اپنی عملی زندگی میں ان کے اُسوہ کی پیروی کر سکیں۔
- ان کی دینی خدمات سے متاثر ہو کر دینی جذبے سے سرشار ہو کر معاشرے میں کردار ادا کر سکیں۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا

تعارف

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا اصل کا نام برکہ بنت ثعلبہ تھا آپ کی کنیت اُمّ ایمن، اور عرف اُمّ الظباء ہے۔ حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بزرگوار حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کی کنیز تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی والدہ بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: اُمّ اَیمَن میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے اپنی والدہ محترمہ کے پاس واپس آئے تو ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیکھ بھال فرمائی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت خیال رکھتی تھیں۔

حالات زندگی

بعثت نبوی کے بعد اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے ابتدا میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نکاح عبید بن زید سے ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متبنیٰ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح پڑھایا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز تھے۔ ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بھی بہت محبت تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا روزہ دار، نہایت عبادت گزار اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے گریہ وزاری کرنے والی خاتون تھیں۔ ہجرت نبوی کے موقع پر سخت گرمی میں پیدل مکۂ مکرّمہ سے مدینہ مُنوّرہ ہجرت کی، روزے سے تھیں۔ راستے میں اتنی سخت پیاس محسوس ہوئی کہ قریب تھا انتقال ہو جاتا۔ فرماتی ہیں کہ جب سُورج غروب ہو گیا تو میں نے دیکھا سفید رسّی سے بندھا ہوا پانی کا ایک ڈول آسمان سے لٹک رہا تھا جب قریب ہوا تو میں نے اسے پکڑ کر سیر ہو کر پیا، اس کے بعد میں سخت گرمی کے دن روزہ رکھتی دھوپ میں طواف کرتی تھی لیکن پھر بھی پیاس نہ لگتی تھی۔ (طبقات ابن سعد 224/8) آپ رضی اللہ عنہا نے غزوۂ اُحد میں شرکت کی اس موقع پر وہ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں، غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نہایت عزت کرتے اور فرماتے تھے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا میری ماں ہیں، اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک بار ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آٹا چھانا اور اس کی چپاتیاں تیار کر کے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بولیں

ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کے لیے بھی اس قسم کی چپاتیاں تیار کروں لیکن آپ ﷺ سادہ لیکن غذائیت سے بھرپور کھانا پسند فرماتے تھے اس لیے فرمایا کہ آٹے میں چوکر ملالو پھر گوندھو۔ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی پرورش کرنے کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ پر ایک قسم کا ناز تھا اور آپ ﷺ ان کی ناز برداری فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان کی خوشنودی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ انھیں "ماں" کہہ کر مخاطب کرتے۔ ایک موقع پر جنت کی بشارت دیتے ہوئے انھیں جنتی خاتون قرار دیا۔

اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا 20 برس تک حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں۔ جنگ موتہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اُنھوں نے نکاح نہیں کیا۔ حضور اکرم ﷺ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت انس بن مالک، حنش بن عبد اللہ صنعانی اور ابو یزید رضی اللہ عنھم داخل ہیں۔

11ھ میں حضور اکرم ﷺ نے انتقال فرمایا تو اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سخت مغموم تھیں اور رو رہی تھیں۔ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے، فرمایا کہ "مجھے یہ خوب معلوم ہے۔" لیکن رونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر اس جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر زار و قطار رونے لگے۔

بی بی ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کے بعد کافی دنوں تک مدینہ میں زندہ رہیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی اپنی خلافتوں کے دوران میں بی بی ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت و ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کی خبر گیری فرماتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دَور میں مدینہ منّورہ میں وفات پائی اور جنّت البقیع میں تدفین ہوئی۔

حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا

تعارف

نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھیں۔ آپ کی کنیت اُمِ عُمارہ ہے۔ پہلا نکاح زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے ہوا، پھر غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہکے عقدِ نکاح میں آئیں۔ اپنے شوہر حضرت غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعتِ عقبہ میں شرکت کی۔ بیعتِ عقبہ میں 73 مرد اور دو عورتیں شامل تھیں، اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا بھی ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔

حالاتِ زندگی

آپ رضی اللہ عنہا غزوہ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں۔ جب تک مسلمان فتح یاب تھے، وہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں، لیکن جب سخت وقت آیا تو حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں۔ ایک مشرک نے آکر آپ رضی اللہ عنہا پر حملہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جواباً ایسا وار کیا کہ وہ اپنے گھوڑے سے زمین پر آ گرا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ اپنی والدہ کی مدد کرو۔ انھوں نے تلوار کے ایک ہی وار سے اسے جہنم رسید کر دیا۔ عین اسی لمحے دوسرا مشرک آیا اس نے حملہ کر کے بیٹے کا بازو زخمی کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بیٹے کے زخم پر پٹی باندھی اور فرمایا جاؤ جب تک دم ہے جا کر لڑو۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا اے ام عمارہ رضی اللہ عنہا جتنی تجھ میں طاقت ہے اور کس میں ہو گی؟

کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اُحد میں ان کو اپنے دائیں اور بائیں برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ ابن قمیٔہ جب گرجتا ہوا حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا نے بڑھ کر روکا۔ چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور نشان پڑ

گیا، انھوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے کارگر نہ ہوئی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا، اُحد کے بعد بیعتِ رضوان، خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ ان کے مکان میں تشریف لائے تو انھوں نے کھانا پیش کیا ارشاد ہوا: "تم بھی کھاؤ"، بولیں: میں روزہ سے ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے کھانا نوش فرمایا اور فرمایا کہ روزہ دار کے پاس اگر کچھ کھایا جائے تو اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ ﷺ کی خدمت گزاری کا شرف عطا فرمائے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ان کے لیے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لیے اس طرح دعا فرمائی کہ "یا اللہ عزوجل! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے"۔ عمارہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت بھی مجھ پر آجائے تو مجھ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد 415/8)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یمامہ کی جنگ پیش آئی، مسیلمہ کذاب جھوٹے مدعیٔ نبوت سے مقابلہ تھا۔ اُم عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حبیب رضی اللہ عنہ کو لے کر روانہ ہوئیں اور جب مسیلمہ نے ان کے بیٹے کو شہید کر دیا تو انھوں نے منت مانی کہ یا تو مسیلمہ قتل ہوگا یا وہ خود جان دے دیں گی۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں اور اس پامردی سے مقابلہ کیا کہ 12 زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا، اس جنگ میں مسیلمہ بھی مارا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے چند احادیث بھی روایت کی ہیں، جو عباد بن تمیم، عکرمہ، حارث، ابن کعب لیلیٰ اور ام سعد بنت سعد بن ربیع سے مروی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

تعارف

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ آپ کا لقب ذات النطاقین ہے۔ ہجرت سے 27 سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ ان کی شادی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو حضور اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد تھے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے فرزند ہیں۔

> غار ثور میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کھانا پہنچاتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے ازار کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اُس سے زاد طعام کو باندھا، عربی میں ازار کو نطاق کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے آپ رضی اللہ عنہا کا لقب ذات النطاقین ہے۔

حالاتِ زندگی

ہجرت کے بعد مہاجرین کے یہاں کچھ دنوں تک اولاد نہیں ہوئی تو یہودیوں کو بڑی خوشی ہوئی بلکہ بعض یہودیوں نے یہ بھی کہا کہ ہم لوگوں نے ایسا جادو کر دیا ہے کہ کسی مہاجر کے گھر میں بچہ پیدا ہی نہیں ہوگا۔ اس وقت سب سے پہلے جو بچہ مہاجرین کے ہاں پیدا ہوا وہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔ پیدا ہوتے ہی حضرت بی بی اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے فرزند کو بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنی گود میں لے کر کھجور منگائی اور خود چبا کر کھجور کو اس بچے کے مُنھ میں ڈال دیا اور عبد اللہ نام رکھا اور خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اپنے بچے کے اس شرف پر بڑا ناز تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا نہایت متواضع اور صابر تھیں، محنت مشقت میں ان کو بالکل عار نہ تھا۔ ان کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مہاجرین میں بہت

ہی غریب تھے حضرت بی بی اسماء ﷞ جب ان کے گھر میں آئیں تو گھر میں کوئی خادم نہ تھا۔ گھر کا سارا کام کاج خود ہی کیا کرتی تھیں یہاں تک کہ اونٹ، گھوڑے کا گھاس دانہ اور اس کے کام وغیرہ خود انجام دیا کرتی تھیں۔

یہ محنتی ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی بہادر خاتون تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے وقت آپ ﷺ اور اپنے والد رضی اللہ عنہ کو غار ثور میں کھانا پہنچاتی رہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی لیکن حضرت اسماء ﷞ نے اس کے بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔

صفات واخلاق

حضرت اسماء ﷞ نیکی کی طرف مائل رہتی تھیں، ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے، نماز کو بہت طول دیا تو حضرت اسماء ﷞ کو غش آگیا اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی۔ (صحیح بخاری: 84) ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ خدا معاف کرتا رہتا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ حق گوئی ان کا خاص شعار تھا اور حد درجہ خود دار اور نہایت صابر تھیں، ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حجاج بن یوسف کے مقابلے میں شہید ہوئے تو آپ ﷞ نے جس عزم، استقلال اور صبر و تحمل سے کام لیا اس کی تاریخ میں بہت کم مثالیں مل سکتی ہیں۔

غربت کی وجہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے سمجھایا کہ پھر خدا بھی ناپ کر دے گا، اس وقت سے یہ عادت چھوڑ دی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی وافر ہو گئی اور پھر کبھی تنگدست نہیں ہوئیں۔ حد درجہ فیاض تھیں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ ﷞ نے اپنی وفات کے وقت ترکہ میں کچھ زمین چھوڑی تھی جو ان کے حصہ میں آئی تھی۔ آپ ﷞ نے اس کو ایک لاکھ درہم میں فروخت کر کے کل رقم عزیز رشتہ داروں میں تقسیم کر دی۔ بیمار ہوتیں تو اپنے تمام غلام آزاد کر دیتی تھیں۔ ان کی والدہ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، ایک مرتبہ مدینہ میں آئیں اور ان سے روپیہ مانگا، حضرت اسماء ﷞ نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا وہ ایسی حالت میں ان کی مدد کر سکتی ہیں؟ ارشاد ہوا: ہاں! اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

حضرت اسماء ﷞ نے کئی حج کیے۔ پہلا حج آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ اس کے واقعات ان کو بالکل یاد تھے۔ جب کبھی وہاں سے گذرتیں تو ان واقعات کو سناتیں۔ حضرت اسماء ﷞ کے تقدس کا عام چرچا تھا، لوگ ان سے دعا کراتے تھے، گھر کا کوئی آدمی بیمار ہوتا تو حضور اکرم ﷺ کا جبہ دھوتیں (جس کو حضرت عائشہ ﷞ نے وفات کے وقت ان کے سپرد کیا تھا) اور اس کا پانی پلاتی تھیں، اس سے بیمار کو شفا ہو جاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ سے حضرت اسماء ﷞ نے 56 حدیثیں روایت کی ہیں، جو کتب حدیث میں موجود ہیں۔ تقریباً سو سال کی عمر میں جمادی الاول 73 ہجری میں انتقال ہوا۔ مکہ مکرمہ کے قبرستان میں دفن ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں جس طرح خدا پرستی کا مثالی جذبہ مردوں میں پیدا ہوا اسی طرح خواتین میں بھی انقلابی روح پیدا ہوئی۔ صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت اور آپ ﷺ کی مثالی تربیت کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہو کر دیگر خواتین کے لیے نجوم ہدایت بن گئیں۔ ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام کے لیے ہمت، شجاعت اور جسارت کی ضرورت تھی۔ کفار کے ظلم و ستم کے باوجود صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ صحابیات رضوان اللہ علیہن اجمعین نے بھی پوری جرأت کے ساتھ اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اسلام کی راہ میں ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کیا، مختلف سختیوں اور آزمائشوں کا انھیں شکار بننا پڑا۔ لیکن ان کے ایمان میں ذرہ برابر بھی تزلزل واقع نہیں ہوا۔ وہ قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی کامل اتباع پر عمل پیرا تھیں اور اسلام کی اشاعت کی راہ میں ہر ممکن قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتی تھیں۔ ان کا

جذبہ ایمانی ان کی سیرت واخلاق اور معاشرت ہمارے لیے اسوہ ہے، ہمیں ان کی زندگی سے نبی کریم ﷺ کی محبت، اطاعت اور دین کی خدمت کے لیے جدوجہد کرنے کا سبق ملتا ہے۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

۱۔ حضرت اسماء ؓ نے وفات پائی:

الف۔ 72 ہجری میں　ب۔ 73 ہجری میں　ج۔ 74 ہجری میں　د۔ 75 ہجری میں

۲۔ حضرت ام ایمن ؓ کی قبر مبارک کہاں واقع ہے:

الف۔ البقیع　ب۔ المعلیٰ　ج۔ نجف　د۔ کربلا

۳۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسماء ؓ کو والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا کیوں فرمایا:

الف۔ ایمان کی وجہ سے　ب۔ حاجت کی وجہ سے　ج۔ صلہ رحمی کی وجہ سے۔　د۔ مسافر ہونے کی وجہ سے

۴۔ حضرت اسماء ؓ کس کی صاحبزادی تھیں:

الف۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ　ب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ　ج۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ　د۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

۵۔ یمامہ کی جنگ کن کے ساتھ ہوئی:

الف۔ یہود کے ساتھ　ب۔ نصاریٰ کے ساتھ　ج۔ منافقین کے ساتھ　د۔ نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے ساتھ

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضرت امّ ایمن ؓ کی ہجرت کا واقعہ لکھیں۔

۲۔ حضرت امّ عمارہ ؓ کی شجاعت کا واقعہ لکھیے۔

۳۔ حضرت اسماء ؓ کے صبر و مشقت کا واقعہ لکھیں۔

۴۔ جنگ یمامہ میں حضرت امّ عمارہ ؓ کا کردار لکھیں۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت پر مسلمانوں کو خوشی کیوں ہوئی؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضرت امّ ایمن ؓ کی محبت نبوی ﷺ کے واقعات لکھیں۔

۲۔ حضرت امّ عمارہ ؓ کی شجاعت کے بارے میں لکھیں۔

۳۔ حضرت اسماء ؓ کی صفات واخلاق کا تذکرہ کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- مذکورہ صحابیات رضی اللہ عنہن کی حیات طیبہ پر مشتمل معلوماتی چارٹ بنائیں جس میں ان کا اسم گرامی، ولدیت، پیدائش، القابات، عمر، مروی احادیث کی تعداد، اولاد، وفات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔

برائے اساتذہ کرام

- مذکورہ صحابیات رضی اللہ عنہن کی زندگی اور سیرت و کردار پر ذہنی آزمائش کا مقابلہ منعقد کروایا جائے۔ نیز کمرا جماعت میں مذاکرہ کروائیں کہ ہم ان کی سیرت سے کیسے استفادہ کر سکتے ہیں۔

صوفیہ کرام رحمہم اللہ علیہم

حضرت عثمان مروندی المعروف شہباز قلندر ؒ، حضرت عبدالرحمٰن جامی ؒ، حضرت سید عبداللطیف کاظمی المعروف امام بری ؒ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
مذکورہ صوفیہ کرام رحمہم اللہ علیہم کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو کر عملی زندگی میں ان کے اسوہ کو اپنا سکیں۔

علم	صلاحیت
• مذکورہ شخصیات کے حالات زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔ • ان کے اخلاق وصفات اور کردار سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ • اشاعتِ اسلام، تصوف، روحانیت اور تزکیہ نفس کے فروغ میں ان کی خدمات سے مختصر طور پر آگاہی حاصل کر سکیں۔ • ان صوفیہ کرام کے پیغام امن ومحبت کے بارے میں جان سکیں۔ • ان صوفیہ کرام کی معاشرتی وروحانی خدمات کا جائزہ لے سکیں۔	• مذکورہ صوفیہ کرام کے دینی، روحانی و معاشرتی کردار کے بارے میں جان کر اپنی عملی زندگی میں ان کے اُسوہ کی پیروی کر سکیں۔ • ان کی سیرت کے روشن پہلوؤں اور تعلیمات سے سبق حاصل کر کے دنیا وآخرت میں کامیاب ہو سکیں۔ • مذکورہ صوفیہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کر کے اپنی اصلاح کی فکر کریں۔ • اللہ والوں کی صحبت کے فوائد و ثمرات کے بارے میں جان سکیں اور مستفید ہو سکیں۔

تصوّف کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے باطن کی اصلاح کرے، اپنے اندر سے نفسانی آلائشوں کو دور کرے اور دل کی دنیا کو خدا کے تعلق سے آباد کرے۔ تصوف کے ذریعہ سے انسان کی تربیت ہوتی ہے اور انسان روحانی تربیت سے آراستہ ہو کر خود بھی پر امن ہو جاتا ہے اور مخلوق خدا کو بھی امن وامان قائم رکھنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام نے لوگوں کو روحانی زندگی اور مادی زندگی کے درمیان توازن کی تعلیم دی، اس توازن اور اعتدال کو صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی قائم رکھا اور ان کے بعد سلف صالحین نے بھی یہی روش اختیار کی۔ صوفیہ کرام رحمہم اللہ علیہم نے لوگوں کی روحانی واخلاقی تربیت کی اور ان کی تعلیم یہ تھی کہ زہد وعبادت کے ذریعے سے مجاہدہ کر کے اللہ کی رضا حاصل کی جائے۔ صوفیہ کرام کا ظاہر وباطن علوم و معارف اور اخلاق حسنہ سے بہرہ ور تھا۔ ان کی زبان میں اثر، لہجے میں شائستگی اور شخصیت میں وقار تھا۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، لوگوں سے میل جول اور کاروبار زندگی تک ذریعہ تبلیغ واشاعتِ دین تھا۔ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں سے محبت کا درس دیتے تھے۔

حضرت عثمان مروندی المعروف شہباز قلندر ؒ

تعارف

حضرت سید عثمان مروندی ؒ کی ولادت 1177ء میں آذربائیجان کے علاقے مروند میں ہوئی۔ آپ ؒ کا سلسلہ نسب تیرہ واسطوں سے امام جعفر صادق ؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ ؒ کا خاندان یگانہ روزگار تھا۔ شیخ مروندی ؒ اپنے خاندان کے اعتبار سے اونچی نسبت رکھتے تھے۔ آپ ؒ کے والد ماجد سید کبیر ؒ اپنے وقت کے مشہور عالم اور درویش تھے، ان کا طریقہ اتباع سنتِ نبوی تھا۔ شرعی احکام سے سرمو انحراف نہ کرتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عبادت گزار تھیں۔

حصولِ علم

سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم ابتدائی طور پر حسب معمول اسلام کی بنیادی اصول کے تحت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محض سات سال کی عمر میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی قلیل عرصے میں مروجہ عربی و فارسی علوم میں بھی مکمل دسترس حاصل کر لی۔ بچپن میں ابتدائی تربیت کی منزلیں باپ کے سائے میں گزاریں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد مشائخ تبریز میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ ان کی نگرانی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نشو و نما ہوئی اور تعلیم و تربیت کا اہتمام ہوا۔ والد کی وجہ سے سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کو اہل اللہ کی صحبتیں بچپن سے میسر آئی تھیں۔ اس طرح فیوض و برکات اور علم دین کے گہرے نقش ان کی لوح دل پر ثبت ہوئے تھے۔

لہٰذا بچپن سے ہی دینی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ ابتداء سے ہی نیکی اور راست بازی ان کا شعار بن گئی تھی۔ علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور تحقیق و تجسس کی طرف طبیعت بہت زیادہ راغب تھی۔ حصول علم کے بعد حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فراغت کے بعد بغداد اور مشہد کا سفر اختیار کیا، یہاں بڑے بڑے علما و صوفیہ موجود تھے جن سے انھیں استفادہ کا موقع ملا۔ اس کے بعد سیر و سیاحت کرتے ہوئے شیخ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بیعت ہوئے اور ان کی خدمت میں رہے۔

دینی خدمات

شیخ بو علی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ وقت کے بعد فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ سندھ تشریف لے جائیں۔ ان کے مشورہ کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ پہنچ کر سیوستان میں قیام فرمایا۔ سیوستان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری سے وہ علاقہ رشد و ہدایت کا مرکز بن گیا اور قلوب نیکی اور پرہیزگاری کی طرف مائل ہوئے۔ شیخ عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ نے سیوستان میں رہ کر بگڑے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے پر لگایا۔ ان کے اخلاق کو سنوارا، انسانوں کے دلوں میں نیکی اور سچائی کی لگن پیدا کی اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار سے رہنا سکھایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تقریباً چھے سال تک سیوستان میں رہ کر اسلام کا نور سندھ میں پھیلاتے رہے۔ ہزاروں لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے ہدایت پائی اور بہت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جڑا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک صوفی شاعر، متکلم اور زاہد تھے۔ فارسی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شاعری کلام موجود ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مذہبی رواداری کی تبلیغ کی بنا پر تمام مذاہب کے پیروکاروں میں یکساں محترم تصور کیے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی دنیا کے کئی سفر کیے جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی، عربی، ترکی، سندھی اور سنسکرت میں مہارت حاصل کر لی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار لوگوں نے روحانی فیض حاصل کیا۔ حضرت عبداللہ شاہ ابدال، سید علی سرمست، سید عبدالوہاب، سید میر کلاں، نادر علی شاہ، سید صلاح الدین، لعل موسیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ لوگوں میں سے اہم شخصیات ہیں۔

وفات: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 21 شعبان المعظم 1274ء میں ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک سندھ کے علاقے سیہون شریف میں ہے۔

شیخ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف

مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ معروف صوفی شاعر اور مؤرخ ہیں۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 7 نومبر 1414ء کو جام کے موضع

خرجرد میں ہوئی جو افغانستان کے صوبہ غور میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں علمائے اسلام اور صوفیہ اسلام کی صف اول میں شمار کیے جاتے تھے۔ اسلامی روحانیت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ مقام عالی کو پہنچا ہوا ہے۔ بچپن میں باپ کے ساتھ ہرات اور سمرقند گئے جو اس زمانے میں اسلامی علوم اور فارسی ادب کا مرکز تھے۔

حصولِ علم

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی عمر میں اپنے والد محترم کے ساتھ ہرات آئے تو مدرسہ نظامیہ میں ٹھہرے۔ مولانا خواجہ علی سمرقندی اور مولانا شہاب الدین محمد جاجرمی سے علمی استفادہ فرمایا جو حضرت سید شریف جرجانی اور مولانا سعد الدین تفتازانی کے تلامذہ تھے۔ اس کے بعد مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سمرقند میں حضرت قاضی زادہ روم کے مدرسہ میں چلے گئے۔ قاضی زادہ روم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جدتِ طبع اور قوتِ ذہنی کی تعریف کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم فلکیات وہیئت پر بھی مہارت تھی کہ اس عہد کے عظیم ماہر فلکیات مولانا علی قوشچی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے معترف تھے۔ تعلیم کے بعد تصوف اور عرفان کی طرف رجوع کیا اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ 1472ء میں حج کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ گوشہ نشین اور درویش منش تھے۔ اس دور کے سلاطین بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت کرتے تھے۔

صفات واخلاق

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ذوق لطیف کے مالک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں عشق الٰہی کامل طور پر موجود تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں درویش تھے۔ تواضع، اخلاص، زہد اور مجاہدہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حرکات و سکنات اور قول و فعل سے نمایاں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے احکام کی بجاآوری کے پابند اور مشائخ صوفیہ کے اوصاف سے آراستہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ میں ظاہر داری اور نمود وریا کی آلائش بالکل نہیں تھی۔ اخلاق ایسے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو آکر بیٹھتا اس کی خاطر آپ اس کے ساتھ مسلسل بیٹھے رہتے اور اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک وہ خود نہ اٹھ جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھتے اور اُٹھتے اور عام آدمیوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت زیادہ تر خاموش رہنے کی تھی۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ضعیفوں کے دستگیر اور مظلوموں کے مددگار تھے۔ اگر واقعی کسی کو محتاج کو پاتے تو خفیہ طور سے اس کی مدد کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شہر ''ہرات'' میں ایک مدرسہ، خیابان میں مدرسہ اور خانقاہ، اور ''جام'' میں مسجد تعمیر کی اور کئی املاک مدرسہ خیابان کے لیے وقف کیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے لوگوں اور بالخصوص بادشاہوں کی خوشامد اور چاپلوسی سے متنفر تھے، بلکہ انھیں ہمیشہ خطوط لکھ کر نیکوکار رہنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

تصانیف

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ میں علم کی جستجو اور تحصیل علم کا جو شغف تھا وہ اس دور میں بہت ہی کم لوگ کو حاصل تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر شاہکار تصانیف لکھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں چہل حدیث، مناسک حج، رسالہ تہلیلیہ، نفحات الانس، نقد النصوص، لوائح اور بہارستان وغیرہ مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ شعر میں غزلوں کے تین مجموعے اور سات مثنویاں آپ کی یادگار ہیں جو کہ ہفت اورنگ کے نام سے مشہور ہیں۔

وفات

مولانا جامی ؒ اس دنیائے فانی میں 81 برس گزار کر 14 نومبر 1492ء کو بروز جمعہ راہی عالم بقا ہوئے۔ آپ ؒ کا مزار ''ہرات'' افغانستان میں ہے۔

حضرت شیخ عبداللطیف کاظمی المعروف امام بری ؒ

تعارف

سید عبداللطیف کاظمی قادری المعروف امام بری ؒ کا تعلق قادریہ سلسلہ سے تھا۔ آپ ؒ بری امام کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ ؒ کے والد کا نام سید سخی محمود بادشاہ اور والدہ کا نام سیدہ غلام فاطمہ کاظمی تھا۔ آپ ؒ کے والد گرامی بھی ایک ولی کامل تھے۔ آپ ؒ کا شجرہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم ؒ سے ہوتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ حضرت سید شاہ عبداللطیف کاظمی ؒ 1617ء میں ضلع چکوال کے علاقے چولی کر سال میں پیدا ہوئے۔

حصولِ علم

آپ ؒ نے ابتدائی علوم ظاہر و باطن اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ پھر آپ ؒ کو غور غشتی بھیج دیا گیا جو اس زمانے میں علم کا بڑا مشہور مرکز تھا۔ یہاں آپ ؒ نے حدیث، منطق، فقہ، ریاضی، علم الکلام، علم ادب اور علم طب حاصل کیے۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ ؒ کشمیر، بغداد، بخارا، مصر، دمشق اور دوسرے اسلامی ممالک میں تشریف لے گئے اور وہاں موجود جید علماء اور اولیاء سے مزید دینی علوم اور روحانی فیوض حاصل کیے۔ اس کے بعد حج بیت اللہ کیا اور روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دی اور بارہ سال طویل سفر کر کے واپس تشریف لائے۔ حضرت سید شاہ عبداللطیف کاظمی ؒ، سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ حضرت حیات المیر ؒ سے بیعت تھے۔ جب تک شیخ حیات المیر ؒ زندہ رہے آپ ؒ ان کی صحبت میں رہے۔ آپ ؒ کو بری امام کا لقب حضرت حیات المیر ؒ ہی نے عطا کیا تھا۔

دینی خدمات

حضرت شاہ عبداللطیف کاظمی ؒ نے علوم ظاہری اور باطنی حاصل کرنے اور روحانی منازل طے کرنے کے بعد ضلع ہزارہ میں قیام کیا۔ جب آپ ؒ وطن واپس آئے تو آپ ؒ کی شہرت ہر سو پھیل گئی۔ لوگ دور دراز علاقوں سے سید عبداللطیف کاظمی ؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور آپ ؒ کی تعلیم و تبلیغ، وعظ و نصیحت اور پند و نصائح سے فیض یاب ہوتے۔ کچھ عرصہ یہاں گزارنے کے بعد آپ ؒ نے اس وقت کے ضلع راولپنڈی کے شمالی علاقے کا رخ کیا اور باغ کلاں (موجودہ آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد) میں اقامت پذیر ہوئے۔ باغ کلاں کے باشندوں نے عزت و احترام کے ساتھ آپ ؒ کا خیر مقدم کیا۔ سید شاہ عبداللطیف کاظمی ؒ یہاں تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ یہاں بسنے والے لوگ آپ ؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ خطہ پوٹھوہار کی اس بزرگ ہستی نے اسلام کی تعلیمات کے فروغ اور عوام الناس کی اصلاح اور خدمت کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

ایک مرتبہ جب بری امام ؒ کہیں سفر پر جارہے تھے آپ ؒ نور پور شاہاں میں باغ کلاں کے گاؤں کے قریب سے گزرے، ابھی آپ ؒ نے چند کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ اچانک جنگل سے چند ڈاکو نکلے اور انھوں نے لوٹنے کی غرض سے آپ ؒ کا راستہ روک لیا۔ حضرت شیخ عبد اللطیف ؒ ذرا بھی فکر مند نہیں ہوئے اور ڈاکوؤں کے سردار کو اصلاح کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو تنگ کرنا چھوڑ دو۔ ڈاکوؤں کا سردار آپ ؒ کی دعوت سے متاثر ہوا اور جرائم سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو کر آپ ؒ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ سید عبداللطیف کاظمی قادری ؒ نے نور پور شاہاں میں قیام کے دوران میں اسلام کی تعلیمات کے ذریعے لا تعداد غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کی شمع کو روشن کیا۔ شاہ عبد الطیف ؒ کا وصال 1117ھ بمطابق 1706ء میں اسلام آباد کے نواحی گاؤں نور پور شاہاں میں ہوا۔ آپ ؒ کی قبر مبارک بھی وہیں موجود ہے۔

انسانی معاشروں میں مصلحین امت کا یہی تعلیمی و تربیتی کردار رہا ہے، جس نے اچھے افراد، صالح جماعتیں اور پرامن وپاکیزہ معاشرے پیدا کیے۔ انسانی کمالات کے عمدہ معیار یہی نفوس قدسیہ ہیں جن کے مطابق ہر دور میں عمدہ نمونے ڈھلتے رہے ہیں۔ دنیا میں محاسن اخلاق کا جو بھی سرمایہ ہے وہ صرف انہی مقدس ہستیوں کی وجہ سے ہے جو حسن اخلاق اور کمالات انسانی کا اعلیٰ پیکر تھے، انھوں نے انسانی اخلاق کے اعلیٰ معیارات قائم کر کے انسانیت کے لیے روشنی کا سامان مہیا کیا۔ اللہ کے صالح بندوں نے تزکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کا سلسلہ جاری رکھا جس سے خلق خدا کو فائدہ ہوا اور جن لوگوں نے ان صلحاء کا دامن تھامے رکھا وہ معاشرے میں امن وامان اور سکون کے نمونہ رہے۔ صوفیائے کرام نے تزکیہ نفس کے ذریعے دلوں کو پاک اور صاف کیا۔ ان کی دعوتی اور تبلیغی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ کروڑہا انسان ہدایت کے راستے پر گامزن ہیں۔

صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی زندگیاں ہمارے لیے روشن مثال ہیں۔ وہ ایمانی صفات سے آراستہ تھے، ان کی زندگی خدمت انسانیت کے لیے وقف تھی۔ وہ بلا تفریق رنگ ونسل انسانوں سے محبت کرتے تھے اور انھوں نے ہمیشہ امن، رواداری، انسان دوستی اور عشق الٰہی کا درس دیا اور حق کی راہ میں ہر مشقت کو برداشت کیا لیکن حق کا راستہ نہیں چھوڑا۔ ان کا تربیتی وروحانی فیض آج تک جاری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کے طرز عمل کی پیروی کریں اور نیک صالح صحبت اختیار کریں تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تعلق اور اس کی رضا نصیب ہو۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ حضرت عثمان مروندی ؒ کی ولادت کس سن ہجری میں ہوئی:

الف۔ 538 ب۔ 539 ج۔ 540 د۔ 541

۲۔ شیخ شہباز قلندر ؒ تمام مذاہب کے پیروکاروں میں یکساں محترم تصور کیے جاتے ہیں:

الف۔ عالی نسب کی وجہ سے ب۔ مالداری کی وجہ سے ج۔ مذہبی رواداری کی وجہ سے د۔ علم کی وجہ سے

۳۔ شیخ شہباز قلندر سندھ کیوں تشریف لے گئے تھے:

الف۔ تجارت کے لیے ب۔ علم کی تحصیل کے لیے ج۔ دعوت، تبلیغ کے لیے د۔ سیاحت کے لیے

۴۔ شیخ عبدالرحمٰن جامی ؒ نے نثر میں کتنی کتب لکھیں:۔

الف۔ دس　　ب۔ گیارہ　　ج۔ بارہ　　د۔ تیرہ

۵۔ قاضی زادہ روم ؒ نے مولانا جامی ؒ کی کس بات پر تعریف کی:

الف۔ قوت جسمانی کی　　ب۔ قوت ذہنی کی　　ج۔ قوت اخلاقی کی　　د۔ قوت مالی کی

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالرحمن جامی ؒ کے تحصیل علم کے واقعات لکھیے۔

۲۔ حضرت عثمان مروندی ؒ کی دینی خدمات کا ذکر کریں۔

۳۔ حضرت شیخ عبداللطیف کاظمی ؒ کے حصول علم کا تذکرہ کریں۔

۴۔ حضرت شیخ عبداللطیف کاظمی ؒ کی زندگی کا ایک مشہور واقعہ لکھیں۔

۵۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن جامی ؒ کی تصانیف کا ذکر کریں۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ حضرت عثمان مروندی ؒ کی دینی خدمات کا تذکرہ کریں۔

۲۔ شیخ عبدالرحمٰن جامی ؒ کی صفات و اخلاق بیان کریں۔

۳۔ حضرت شیخ عبداللطیف کاظمی ؒ کے حالات زندگی لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- مذکورہ شخصیات کے حالات زندگی پر مشتمل معلوماتی نوٹ لکھیں جس میں ان کا اسم گرامی، ولدیت، پیدائش کے علاوہ تصانیف، خدمات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔ مذکورہ شخصیات کے اخلاق و کردار پر مبنی واقعات اور ان سے حاصل ہونے والے عملی اسباق تلاش کر کے اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے سامنے پیش کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- مذکورہ شخصیات کی زندگی اور سیرت و کردار اور تعلیمات پر کمرا جماعت میں مکالمہ کریں۔

علماء و مفکرین کرام رحمہم اللہ علیہم

شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- مذکورہ شخصیات کے حالاتِ زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔
- ان کے اخلاق و صفات سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- ان کی علمی و معاشرتی خدمات سے مختصر طور پر آگاہی حاصل کر سکیں۔
- ان کی تعلیمات اور تصانیف سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

صلاحیت

- مذکورہ علماء و مفکرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے معاشرتی کردار کے بارے میں جان کر اپنی عملی زندگی میں ان کے اُسوہ کی پیروی کر سکیں۔
- ان کی زندگی کے مختلف روشن پہلوؤں سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھال سکیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد اور لقب محی الدین تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 26 جولائی 1165ء کو اندلس (اسپین) کی شرقی ریاست مرسیہ میں ہوئی، وہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن گزرا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا اندلس کے جید عالم دین اور قاضی تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی بھی ولی کامل تھے۔

حصولِ علم: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف ناظرہ اور ابتدائی تعلیم ابو بکر بن خلف سے مرسیہ میں ہی حاصل کی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۸ سال ہوئی تو اشبیلیہ چلے گئے۔ اشبیلیہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وقت کے نامور علماء سے علم حاصل کرنے کی سعادت ملی۔ مروجہ دینی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بہت سا وقت علماء اور صوفیہ کی خدمت میں گزرتا تھا۔ ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بیس برس کی تھی کہ ریاضت اور عبادت کی طرف میلان ہو گیا۔ اشبیلیہ اس وقت جید علماء اور بڑے بڑے صوفیہ کرام کا مرکز تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ۲۰ سال تک تعلیم حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ابو محمد یونس قصار ہاشمی اور ابوالحسن بن عبد اللہ بن جامع رحمۃ اللہ علیہما سے روحانی نسبت حاصل ہے۔

دینی خدمات: حصول علم کے آپ واپس اپنے وطن اندلس (مرسیہ) آ گئے اور اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ مکہ مکرمہ کا سفر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہش تھی لیکن والدہ کی خدمت اور گھریلو ذمہ داریوں کے سبب اسے ملتوی کرنا پڑا۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں دو سال قیام فرمایا۔ وہاں کے علمی و مذہبی حلقے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عربی نظم و نثر پر کامل دسترس تھی۔ شعر کہنے کا ملکہ فطری تھا۔ اکثر و بیشتر فی البدیہہ اشعار کہتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کا کوئی ثانی نہ تھا۔ عشق الٰہی میں سرشار تھے اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور ظاہری و باطنی صفات سے متصف تھے۔ جہاں جاتے اپنے کردار و عمل، وعظ و نصیحت سے تاریک دلوں کو روشن فرما دیتے۔ بھٹکے ہوئے لوگ آپ کی صحبت و تربیت سے صراط مستقیم پر گامزن ہو جاتے۔ صوفیانہ لب و لہجے کی وجہ سے لوگ آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سننے کے لیے بے قرار رہتے تھے۔

شیخ اکبر ابن عربی ؒ نے تعلیم و تعلم اور تبلیغ دین کے لیے قرطبہ، تُونس، عراق، مصر، حجاز، فلسطین، ایران، اور شام کے کئی سفر کیے۔ کئی علاقوں میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی قائم کیا۔ شمالی افریقہ میں آپ ؒ نے ایک خانقاہ بھی قائم کی۔ وعظ و نصیحت، درس وتدریس کے ساتھ آپ ؒ نے اپنی تصنیفات کے ذریعے بھی دین متین کی خدمت انجام دی۔ سفر ہو یا حضر لکھنے میں کبھی ناغہ نہ کرتے تھے۔ آپ ؒ کی تصانیف کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے لیکن مشہور ترین تصانیف فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم ہیں۔ آپ ؒ نے مکہ مکرمہ میں اپنی کتاب فتوحات مکیہ تصنیف کی جو کہ تصوّف کے بارے میں بلند پایہ کتاب ہے۔ اس کے علاوہ روح القدس، مشکوٰۃ الانوار، حلیۃ الابدال اور تاج الرسائل وغیرہ بھی آپ ؒ کی مشہور تصانیف ہیں۔

مقام ومرتبہ: شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ؒ ایک بہت بڑے بزرگ، عظیم مفکر، محقق گزرے ہیں۔ اہل علم بڑے ادب احترام سے آپ ؒ کا نام لیتے ہیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ؒ علم و عرفان میں بلند درجے پر فائز تھے۔ علم و عرفان اور فضل و کمال کی وجہ سے آپ ؒ کو "شیخ اکبر" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لقب آپ کو آپ کے استاد ابو مدین غوث تلمسانی ؒ نے دیا تھا اور یہ لقب لوگوں کی زبان پر ایسا جاری ہوا کہ شیخ اکبر سنتے ہی ذہن آپ ہی کی طرف جاتا ہے۔ صوفیاء میں یہ لقب کسی دوسرے شیخ کے لیے استعمال نہیں کیا گیا۔ اکابر صوفیہ میں آپ ؒ امام الموحدین مشہور ہیں۔

ابن عربی ؒ نے آخر عمر میں بغداد، موصل، قاہرہ اور ایشیاء کوچک وغیرہ کے سفر کیے۔ اس کے بعد حاکم الملک العادل کی دعوت پر دمشق پہنچے، اور آخری وقت تک دمشق میں ہی رہے۔ آپ کا انتقال ۸۰ سال کی عمر میں 16 نومبر 1240ء کو دمشق میں ہوا۔ اور جبل قاسیون کے پہلو میں دفن کیے گئے جو آج کل صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ ابن رشد ؒ

تعارف: آپ ؒ کا پورا نام "ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی الاندلسی" ہے۔ آپ ؒ 1126ء میں قرطبہ میں پیدا ہوئے، علامہ ابن رشد ؒ مسلم فلسفی، طبیب، ماہر فلکیات اور قاضی تھے۔ ان سے پہلے ان کے والد اور دادا بھی قرطبہ کے قاضی رہ چکے تھے۔

علمی مقام: آپ ؒ نے فلسفہ اور طبی علوم میں شہرت پائی۔ وہ نہ صرف فلسفی اور طبیب تھے بلکہ فقیہ اور قاضی بھی تھے۔ نحو اور لغت پر بھی دسترس رکھتے تھے، انتہائی باادب، راسخ العقیدہ اور حجت کے قوی شخص تھے۔ ابن طفیل اور ابن زہر جیسے مشہور عالموں سے دینیات، فلسفہ، قانون، علم الحساب اور علم فلکیات کی تعلیم حاصل کی اور طب کی تعلیم ابی جعفر ہارون اور ابی مروان بن جربول الاندلسی سے حاصل کی، ابن رشد ؒ مراکش میں خلیفہ کے خاص طبیب کی حیثیت سے متعین ہوئے اور خلیفہ یعقوب یوسف کے عہد میں اشبیلیہ اور قرطبہ کے قاضی رہے۔

آپ ؒ طب کے شعبہ میں بھی کمال رکھتے تھے، مگر آپ ؒ کی شہرت کی اصل وجہ فلسفہ تھا۔ آپ ؒ نے مذہب و فلسفہ کے باہمی تعلق کے بارے میں اہم نظریات پیش کیے اور "حقیقت دوگونہ" کا تصوّر پیش کیا۔ علامہ ابن رشد ؒ نے قانون، منطق، علم فلکیات اور طب پر متعدد کتب تصنیف کیں اور فلسفے پر نہایت سیر حاصل شرحیں لکھیں۔

آپ ؒ نے علم فلسفہ اور کلام پر بہت گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور یہ یقیناً ان کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ تھا۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی علم کی تلاش اور تصنیف وتالیف میں گزاری۔ انھیں شہرت کی کبھی طلب نہیں رہی، وہ علم و معرفت کے ذریعے کمالِ انسانی پر یقین رکھتے تھے، ان کے ہاں انسان کی پہچان اس علمی و عملی کمال پر ہے۔

تصانیف: ابن رشد ؒ کی تصانیف کی تعداد 108 ذکر کی گئی ہے انھوں نے ارسطو کی کتب کی شرحیں لکھیں۔ آپ ؒ کی تصانیف میں الکلیات، فصل المقال، الکشف عن مناہج الادلۃ، مقالہ علم الالٰہی اور تہافۃ التہافۃ وغیرہ مشہور ہیں۔ آپ ؒ کا انتقال 1198ء میں مراکش میں ہوا۔

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ

تعارف: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ 10 اکتوبر 1746ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ کے فرزندِ اکبر تھے۔ آپ کے جدّ محترم شاہ عبدالرحیم ؒ تھے۔ آپ ؒ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ ؒ سراج الہند کے لقب سے مشہور ہیں۔

حصولِ علم: آپ ؒ نے بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ ؒ نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ سے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ اور کمالات ظاہری و باطنی حاصل کیے۔ سند حدیث کی اجازت اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ ؒ اور شاہ محمد عاشق پھلتی ؒ سے حاصل کی۔

دینی خدمات: والد محترم کی وفات کے بعد ان کے قائم کردہ مدرسہ ”رحیمیہ“ کی ذمہ داری آپ ؒ نے سنبھالی۔ آپ ؒ نے نہایت خلوص اور محنت سے مروجہ علوم کے علاوہ حدیث و تفسیر کے علوم کا درس دینا شروع کیا اور اپنی علمی قابلیت کی بدولت بہت جلد آپ ؒ محدثین و مشائخ کا مرجع ٹھہرے۔ آپ ؒ نے اس پُر آشوب دور میں قرآن وسنت کے علوم کے فروغ کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ آپ ؒ کی ذات سے برصغیر پاک وہند میں علوم اسلامیہ خصوصاً تفسیر و حدیث کا بڑا چرچا ہوا۔ شاہ عبدالعزیز ؒ کو علم میں وسعت کے ساتھ ساتھ درجہء کمال بھی حاصل تھا۔ آپ ؒ کا حافظہ انتہائی قوی تھا۔ کئی مرتبہ آپ ؒ کتب غیر مشہورہ کی اکثر طویل عبارات اپنے حافظے کے اعتماد پر طلبہ کو لکھوادیتے اور جب اس کتاب کی طرف رجوع کیا جاتا تو جو عبارت آپ ؒ نے لکھوائی ہوتی وہ حرف بہ حرف درست ہوتی۔ جب آپ ؒ مسند وتدریس پر رونق افروز ہوئے تو شائقین علم نے دور دور سے آکر اکتساب علم کیا، آپ ؒ کا سلسلہء تلمذ بہت وسیع ہوا اور آپ ؒ کے شاگرد جلیل القدر علماء بنے۔

تصانیف: شاہ عبدالعزیز ؒ صاحب نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اہم تصانیف میں عجالہ نافعہ، بستان المحدثین، سرالشہادتین، فتاوی عزیزی، فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بلاغت، کلام، منطق اور فلسفے کے موضوعات پر بھی شاہ صاحب نے متعدد رسالے اور حاشیے فارسی اور عربی زبان میں لکھے ہیں۔

وفات

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ نے 1824ء میں وفات پائی۔ ترکمان دروازہ کے باہر قبرستان مہندیاں میں اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کب وفات پائی:

الف۔ 1822ء　ب۔ 1823ء　ج۔ 1824　د۔ 1825

۲۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کن کا لقب ہے:

الف۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ　ب۔ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ　ج۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ　د۔ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کے والد اور دادا قرطبہ میں کس عہدے پر تھے؟

الف۔ وزیر　ب۔ قاضی　ج۔ مفتی　د۔ شیخ الاسلام

۴۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ کے سفر کو کیوں مؤخر کیا؟

الف۔ علم کے حصول کے سبب　ب۔ تجارت کے سبب　ج۔ عبادت کے سبب　د۔ والدہ کی خدمت کے سبب

۵۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا لقب کیا تھا؟

الف۔ شیخ الہند　ب۔ امام الہند　ج۔ سراج الہند　د۔ ضیاء الہند

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ اکبر کا لقب کس نے دیا تھا؟

۲۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ کہاں تصنیف کی تھی؟

۳۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی قوت حافظہ کا واقعہ بیان کریں۔

۴۔ علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے نام تحریر کریں۔

۵۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتب کے نام لکھیے۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے مقام و مرتبے پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کے بارے میں لکھیں۔

۳۔ علامہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کے بارے میں نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- مذکورہ شخصیات کی حالاتِ زندگی پر مشتمل معلوماتی نوٹ لکھیں جس میں ان کا اسم گرامی ولدیت پیدائش کے علاوہ تصنیفی خدمات اور امتیازی خصوصیات شامل ہوں۔

برائے اساتذہ کرام

- مذکورہ شخصیات کی زندگی اور سیرت و کردار اور تعلیمات پر کمرا جماعت میں مکالمہ کریں۔